Regd. No. A 913
Telephone No. 39
Telegram. "ANJUMAN"

قیمت سالانہ تین روپے
ایک پرچہ دس نئے پیسے

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہمارِی زبان

ایڈیٹر :- آل احمد سرور

جلد ۱۶ | علی گڑھ - ۲۲ جولائی ۱۹۵۷ ع | شمارہ ۲۸

خطبۂ افتتاحیہ

از

پروفیسر محمد مجیب

پروفیسر محمد مجیب صاحب شیخ الجامعہ دہلی نے انجمن کی اردو کانفرنس منعقدہ ۲۰-۲۱ جولائی کا افتتاح اس خطبے سے کیا۔

محترم صدر اور معزز حاضرین!

انجمن ترقی اردو کا ایک کاروباری جلسہ شروع ہونے والا ہے خدا کا شکر ہے کہ انجمن کے کام ملک کے جاری اور ترقی پذیر کاموں میں سے ہیں! اور آج کا جلسہ کوئی نئی اور انوکھی حیثیت نہیں رکھتا۔ شاید اس کا افتتاح کرنا میرے سپرد اس لئے کیا گیا ہے کہ میری تنبیہ ہو جائے اور میں آئندہ انجمن کی سرگرمیوں میں زیادہ حصہ لیا کروں۔ انجمن کے میرے اوپر بڑے احسانات ہیں اس نے خدمت کے ایک بہت وسیع میدان کی طرف مجھے توجہ دلائی اور میرا جتنا حق تھا اس سے بہت زیادہ میری ہمت افزائی کی۔ میری تنبیہ کی جائے تو مناسب ہے۔ لیکن نہ اس طرح کہ مجھے ایک اہم جلسے کی کارروائی کا افتتاح کرنے کی عزت بخشی جائے۔ بہر حال اس عزت افزائی کا دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

حضرات!

"اب ہندوستان کی تقسیم کو قریب دس برس ہونے کو آئے ہیں۔ پہلے یہ اندیشہ تھا کہ اردو نے جلاوطنی پسند کی ہے، اور وہ اس تہذیبی مرتبہ سے دست بردار ہو کر جو اسے اپنے اصل وطن میں حاصل تھا، پاکستان کی سرکاری ملازمت قبول کر لے گی۔ لیکن اردو نے ان تمام لوگوں کو شرمندہ کیا جن کے دل میں یہ اندیشہ پیدا ہوا تھا۔ اب ہم چاہیں تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ ناقابل تقسیم تھی، چاہیں تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ تقسیم کے زخم کا مرہم بن گئی اور روزمرہ زندگی سے اس کے نشان کو مٹاتی رہی ہے۔ اردو کی غریبی کے چرچے تقسیم سے پہلے ہوتے تھے اور اب بھی ہوتے ہیں اس میں کتابیں نہیں ہیں، کتابیں ہیں تو پڑھنے والے نہیں ہیں۔ اس کی نظم میں تنوع نہیں ہے اس کی نثر میں گنجائش نہیں ہے اس میں علمی اصطلاحیں نہیں ہیں، اس کا رسم خط لکھنے اور پڑھنے اور چھاپنے کے لئے موزوں نہیں ہے۔ لیکن جس کی آنکھیں ہیں وہ دیکھ سکتا ہے کہ اردو کا چشمۂ فیض بہتا، دشوار مقاموں سے نکل اور تنگ نائی کا گلہ کرنے والوں پر ہنستا رہا ہے اس نے صرف ہندو اور مسلمان کی تفریق کو حرف غلط کی طرح نہیں مٹایا بلکہ ہندوستان کی نئی لسانی تنظیم پر اپنا تہذیبی داؤں چلانے کو تیار ہے۔

اردو اور آدمیت!

اس پر غور کیجئے کہ اردو نے جو فیض پہنچایا ہے اس میں اردو بولنے والوں کا حصہ کتنا ہے تو واقعی حیرت ہوتی ہے۔ اس وقت میرے ذہن میں وہ لوگ بالکل نہیں ہیں جو اردو جانتے ہیں اور بولتے رہتے ہیں اور اس سے فیض حاصل کرتے رہے ہیں، مگر اسے تسلیم نہیں کرتے، بلکہ اردو کے وجود سے انکار کرتے ہیں اور مدرسوں سے اردو کی تعلیم کو خارج کر دینا چاہتے ہیں۔ اس وقت میں ان لوگوں کی طرف اشارہ کر رہا ہوں جو اردو کے حق کو ہر طرح سے تسلیم کرتے ہیں، مگر اسے نہ خود ادا کرتے ہیں نہ اپنی اولاد کو اس کے لئے تیار کر رہے ہیں کہ وہ اسے ادا کرے۔

اردو کا حق کیا ہے؟ اس کا ہم میں سے ہر ایک الگ جواب دے گا۔ میرے نزدیک اردو کا پہلا حق یہ ہے کہ ہم اپنے اندر آدمیت کے اس تصور کو قائم رکھیں جس کا خاکہ اردو نے ہزار نمونوں کو دیکھ کر اور ان کے حسن کو جذب کر کے بنایا ہے۔ اس آدمیت میں اسلام کا خلق، ہندو دھرم کی روحانیت، ایمان کی لطافت، [illegible]

کی سادگی، زاہد کی بے شکنی، عاشق کی سنم آفرینی، عالم کا وقار، نکتہ چیں کی ظرافت، قوم پرست کا جوش، خدا پرست کا تحمل، داستان گو کی جادو بیانی، حقیقت شناس کی صاف گوئی، ترقی پسندی کے زلزلے، صاحب دل کا ثبات، سبھی کچھ ہے۔ آج کون ہے جس کے دل میں یہ سبھی کچھ سما سکے گا۔ جو ہر پابندی کو قبول کر کے ہر قید سے آزاد ہو سکے گا۔ جس کے دل میں احترام کا جذبہ ہو جس کے شوق میں جولانی ہو۔ اس سوال کا جواب یہ نہیں ہے کہ آپ مجھ سے پوچھیں کہ موجودہ تاریخی شخصیتوں میں کون ہے جو اس معیار پر پوری اترتی ہے۔ میرا مقصد کسی عنوان سے نوحہ خوانی کرنا نہیں ہے۔ میں آپ کو اس طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ اردو کا خاص منصب بلکہ اردو کا دوسرا نام معیاری آدمیت کی تڑپ ہے۔ اور یہ تڑپ ہمارے دلوں میں نہ ہو تو ہم اردو کا بنیادی حق ادا نہیں کر سکتے۔ ہمیں اردو کو ایک خارجی چیز نہ سمجھنا چاہئے۔ ایک زبان جسے لوگ چاہیں تو سیکھیں، چاہیں تو نہ سیکھیں یا ایک تہذیبی دوکان جس کا مال خریدا نہ گیا تو کباڑ ہو جائے گا۔ اردو کا حق ہے کہ ہم ایک مستقل داخلی کیفیت کا مرتبہ دیں، اور اس کا یقین رکھیں کہ اس طرح کی داخلی کیفیتیں قابل اعتبار ہوتی ہیں۔ ورنہ ہم اردو کی صرف سیاسی خدمت کر سکیں گے۔ جس سے فائدہ پہنچنے کی امید ہے تو نقصان پہنچنے کا امکان بھی ہے۔

تخلیقی قوتیں!

اردو کا دوسرا حق یہ ہے کہ اس کے ذریعے تخلیقی قوتیں بیدار کی جائیں۔ اس کی ایک علامت اردو میں نظم اور نثر، علم اور ادب کی کتابیں ہوں گی۔ لیکن کتابیں لکھنے اور چھاپنے کا کام کاروباری غرض سے بھی کیا جا سکتا ہے۔ اور صحیح علمی یا جمالیاتی معیار سے غافل ہو کر لاکھوں آدمی لاکھوں کتابیں لکھ سکتے ہیں اس طرح تخلیقی قوت پیدا نہیں ہوتی، زائل ہو جاتی ہے۔ لیکن تخلیق کو کتاب تک محدود کیوں کیجئے۔ تخلیق یہی آدمیت کا ہر سچا طلب گار کر سکتا ہے۔ جس کا سر اخلاقی قدروں کے سامنے جھکا رہے، جو دوسروں کی ضرورت کو اپنی ضرورت، دوسروں کی مشکلوں کو اپنی مشکلیں، دوسروں کی بے مائگی کو اپنی بے مائگی سمجھے جو اپنے ضمیر کے حکم سے اپنے آپ کو زندگی کے فروغ کا ذریعہ بنائے، جو اردو کا نام لئے بغیر یہ اثر ڈالے کہ اردو کارآمد شہریوں، پسندیدہ اخلاق، اور اعلیٰ ذوق رکھنے والے آدمیوں، ہندوستان اور ہندوستانیت سے محبت کرنے اور ان کا نام روشن کرنے والے لوگوں کی زبان ہے۔ اس وقت ترقی کے شوق میں ہر زبان کے بولنے والے اپنی زبان اور اپنے ادیبوں کی مدح سرائی میں مشغول ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح کی خود فریبی تخلیقی قوت کے لئے زہر ہے۔ اردو کے خادم کو سچائی سے بال برابر بھی ہٹنا نہ چاہئے اور شہرت اور نمائش کے مقابلوں میں شریک ہونے کے بجائے انکسار اور خاموشی کے ساتھ اس کوشش میں لگے رہنا چاہئے۔ کہ ایسی چیز پیش کرے جو تہذیبی کارناموں میں شمار ہونے کی مستحق ہو۔ اردو والوں کو جو ورثہ ملا ہے اس کا جوہر معیاری کام کرنے کی آرزو ہے۔ یہی آرزو تخلیقی قوت کو ابھار سکتی ہے، اسے اڑا سکتی ہے، یہی تخلیق کرنے والے کو صبر اور گمنامی پر راضی رکھ سکتی ہے یہی دن رات کے حساب کو الٹ کر اسے ابدی زندگی بخش سکتی ہے۔ گویا یہی اردو ادب جمالیات، شہریت اور آدمیت کو ایک راستے کی منزلیں بنا سکتی ہے، اس راستے کو چلنے والوں کی تعداد کے مطابق چوڑا کر سکتی ہے، ان مقامات پر پہنچا سکتی ہے جو زمان اور مکان کی پابندیوں سے بالاتر ہیں۔ اردو کا حق یہ ہے کہ یہ اردو اس کے ہر چاہنے والے کے دل میں ہو، اور اس کی شخصیت اس کے ذوق اور اس کے معاملوں سے اس طرح ظاہر ہو کہ دوسرے اسے اپنے لئے ایک ٹھوس مثال بنا سکیں۔

زبان اور تہذیب!

آپ یہ نہ سمجھئے کہ ان خیالی باتوں کا موقع اس وقت آئے گا جب ہم دال روٹی کا انتظام کر لیں گے۔ اردو کے لئے اسکولوں میں تعلیم کا انتظام دال روٹی کا معاملہ ہے تو کیا گھروں میں اردو کا چرچا اس سے کچھ کم اہمیت رکھتا ہے۔ اور گھروں میں یہ چرچا کیسے ہوگا۔ اگر اردو بولنے والوں کو اس کا یقین نہ ہوا کہ ایک اعلیٰ تہذیبی معیار انہیں متحد اور منسلک رکھتا ہے اور اس کا خوف نہ ہوا کہ انھوں نے اس معیار کو چھوڑا تو وہ شائستگی کی بیشتر نعمتوں سے محروم، نفاستوں سے بیگانہ ہو جائیں گے۔ اور جمہوریت کی آزادیاں ان کے لئے عذاب ہو جائیں گی۔ ہم گھروں میں اور بالغوں میں اور تعلیم یافتہ لوگوں کے حلقوں میں اردو کا چرچا کرنے کی تجویزوں سے

(باقی ص ۱۲ پر دیکھئے)

پریس کانفرنس

۴۔جولائی کی شام کو انجمن ترقی اردو ہند کے جنرل سکریٹری پروفیسر آل احمد سرور صاحب نے ایک پریس کانفرنس کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اردو کانفرنس نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ جلد ایک وفد صدر جمہوریہ ہند سے دوبارہ ملے اور ان کے سامنے اردو کو سرکاری یا علاقائی زبان کا درجہ دیئے جانے کا مطالبہ رکھے۔ یاد رہے کہ اس سے پہلے بھی انجمن کا ایک وفد صدر جمہوریہ سے ملا تھا اور ان کے سامنے اردو کو یو۔پی کی علاقائی زبان تسلیم کرنے کا مطالبہ رکھا تھا۔ صدر جمہوریہ نے ابھی تک اس کا کوئی جواب نہیں دیا ہے۔ سرور صاحب نے بتایا کہ کانفرنس نے یہ طے کیا ہے کہ وہ حکومت سے مطالبہ کرے کہ دہلی، اتر پردیش اور بہار میں اردو کو سرکاری یا علاقائی زبان کا درجہ دیا جائے اور اس کے علاوہ راجستھان، بمبئی، آندھرا، مدراس، مدھیہ پردیش، میسور اور کلکتے میں بھی دفاتر، عدالتوں اور تعلیمی اغراض کے لئے اردو کو سہولتیں مہیا کی جائیں۔

انھوں نے کہا کہ اردو کانفرنس کا مقصد یہ تھا کہ ہم سارے ملک میں اپنی شاخوں کے نمائندوں، اردو کے ادیبوں، صحافیوں اور ناشروں کو ایک جگہ بلا کر ہندوستان میں اردو کے مقام کے بارے میں لوگوں کی رائے معلوم کرسکیں۔ ہماری اس دعوت پر ملک بھر سے تقریباً (۱۰۰) مندوبین جمع ہوئے اور متفقہ طور سے یہ رائے طے پائی کہ اردو جو ایک جدید ہندستانی زبان ہے اس کو ابھی اپنے ملک میں اس کا صحیح درجہ نہیں ملا ہے۔ شمالی اور جنوبی ہند میں ۱۹۵۱ء کی مردم شماری کے مطابق ایک کروڑ پینتیس لاکھ (۱۳۵۰۰۰۰۰) آدمی اردو بولتے ہیں۔ اس بڑی تعداد میں ہر مذہب و ملت کے لوگ شامل ہیں اور اس طرح اردو والے ملک کی سب سے بڑی لسانی اقلیت میں ہیں۔ یہ لسانی اقلیت ہماری قومی زندگی کا ایک حصہ ہے اور اردو کو اس کا جائز حق دیئے جانے کا مطالبہ ایک قومی مطالبہ ہے۔

دوسری قراردادوں کا تذکرہ کرتے ہوئے سرور صاحب نے کہا کہ ہم نے ناشروں کے مسائل کا مطالعہ کرنے کے لئے ایک ایڈہاک کمیٹی بنائی ہے۔ رسم خط کی اصلاح کی کمیٹی کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ کانفرنس میں ہونے والی بحث کی روشنی میں اس مسئلے پر دوبارہ غور کرے۔ ہم نے جلد از جلد لسانی کمشنر کے تقرر کا مطالبہ بھی کیا ہے۔ انجمن کی لغت اسکیم کا تذکرہ کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ ہم ایک ایسی بڑی اردو لغت تیار کرنا چاہتے ہیں جس میں تمام الفاظ کو جمع کیا جائے گا جو اردو میں کسی وقت بھی رائج رہے ہیں۔ اس پر تقریباً ڈھائی لاکھ روپیہ صرف ہوگا اور چار سال لگیں گے۔

رسم خط کو صوتیاتی بنانے کے مسئلہ پر ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے سرور صاحب نے کہا کہ یہ مسئلہ اہم ہے مگر جلد فیصلہ ممکن نہیں۔ ہر زبان کی کچھ خصوصیات ہوتی ہیں جن کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

اس سوال کے جواب میں کہ اردو کی صحافت پر سے تیسرے درجے کا ہونے کا الزام دور کرنے کے لئے انجمن کیا کر رہی ہے۔ سرور صاحب نے کہا کہ دراصل اخبارات کی آمدنی اشتہارات پر مبنی ہوتی ہے۔ اردو کے اخبارات کو چونکہ اشتہارات کم ملتے ہیں اس لئے ان کا معیار بلند نہیں ہے۔ انھوں نے کہا کہ یہ انجمن کا فرض ہے کہ وہ اخبارات پر سے اس الزام کو دور کرنے کی کوشش کرے لیکن یہ اس بڑے قومی ترقی کا ایک جز ہے جس کے لئے انجمن جدوجہد کر رہی ہے۔

ایک اور سوال کے جواب میں سرور صاحب نے کہا کہ اردو میں اب فارسی اور عربی کے ثقیل الفاظ کو چھوڑ کر سادہ زبان لکھنے کا رواج عام ہوتا جارہا ہے اور ہماری زبان اب زیادہ عام فہم ہوتی جارہی ہے۔

ایک نامہ نگار کے سوال کے جواب میں کہ اردو والے چونکہ دوسری ہندستانی زبانوں سے تعاون نہیں کرتے اور ایک محدود دائرے میں سوچتے ہیں اس لئے دوسری زبان والے ان سے دور رہتے ہیں۔ سرور صاحب نے کہا کہ اردو والے چونکہ ابھی تک ہندوستان کی دوسری زبانوں سے متعارف نہیں تھے اس لئے یہ رجحان پیدا ہوگیا تھا لیکن انجمن اب یہ کوشش کر رہی ہے کہ ہندستان کی دوسری زبانیں سکھانے کے لئے اردو میں کتابیں لکھی جائیں اور اس طرح اردو والوں کو ہندوستان کی دوسری زبانوں سے متعارف کیا جائے اس کے علاوہ انجمن ہندستان کی دوسری زبانوں کی قابل قدر کتابوں کا ترجمہ بھی شائع کرتی ہے۔ انجمن نے اردو کی مشہور کتابوں کو دیوناگری رسم خط میں شائع کرنے کا کام بھی شروع کیا ہے۔ اس طرح اردو والے ہندوستان کی دوسری زبانوں سے متعارف ہوں گے دوسری زبان والے ہماری زبان سے متعارف ہوں گے اور ہندوستان کی تمام زبانوں کو ایک دوسرے کا تعاون حاصل ہوگا جو اردو کے حقوق منوانے میں بہت مددگار ثابت ہوگا۔

بہ مہربانی دفتری خط کتابت کسی کے نام کے بجائے جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو کے پتے پر کیجئے۔

جنرل سکریٹری کی رپورٹ

(پیوستہ سلسلۂ گذشتہ)

انجمن کی ادبی کمیٹی نے ایک سہ سالہ پروگرام معلوماتی ادب کی اشاعت کو تیار کیا ہے جس کے ماتحت تین سال میں ۷۰ کتابیں شائع ہوں گی۔ یہ کتابیں ان موضوعات کے علاوہ ہوں گی جو عام طور پر شائع ہوتی رہتی ہیں اور خاص طور پر مستند اہل قلم سے لکھوائی جائیں گی ان میں خاص خاص عنوان تاریخ، سیاسیات، نفسیات، اقتصادیات، تعلیم، سائنس، مغربی ادبیات اور ہندوستانی ادبیات ہیں۔ چونکہ انجمن کا اصلی کام اچھی اور معیاری کتابوں کی اشاعت ہے، اور یہی کام پچھلے سالوں میں مختلف وجوہات کی بنا پر سست پڑ گیا تھا۔ اس لئے میں نے اس پر خاص توجہ دی ہے۔ میرا ایمان یہ ہے کہ زبان کی حفاظت و اشاعت کی تحریک کے ساتھ بھی انجمن کا ادبی پروگرام اچھی طرح چل سکتا ہے۔ موجودہ پرآشوب دور میں ہمیں ایک پہلو پر زور دینے کے بجائے سبھی محاذوں پر کام کرنا ہے اور زبان و ادب دونوں کی خدمت کرنا ہے۔ دونوں پہلو ایک دوسرے کے لئے بھی مفید ہوتے ہیں۔ اچھے اور معیاری ادب کی اشاعت سے ہم اپنے ادب کے وزن و وقار میں اضافہ کر سکتے ہیں اور ہندوستانی ادبیات میں اپنے ادب کے لئے ایک ممتاز درجہ حاصل کر سکتے ہیں۔ ہمارے ادب کی خصوصیات سے جتنا یہ ملک واقف ہوگا، اتنا ہی وہ اس کی حفاظت کے لئے آمادہ ہوگا۔ اس کے ساتھ ساتھ اگر ہم اپنی زبان کی حفاظت نہ کریں گے اور اس کے چلن اور رواج کی نگہداشت سے غافل رہیں گے تو ہمارے ادب کی بنیاد کمزور ہوگی۔ اسے وہ توانائی نہ ملے گی جو ایک وسیع حلقے کی سرپرستی سے آتی ہے۔ وہ خواص میں محدود ہو کر رہ جائے گا اور مشغلۂ بے جان اور بے روح کہلائے گا۔

اردو رسم خط کی اصلاح کے سلسلے میں میری تجویز پر ادبی کمیٹی نے ایک رسم خط کمیٹی بنائی ہے۔ اس کمیٹی نے ایک سوالنامہ شائع کیا جو کثرت سے لوگوں کے پاس بھیجا گیا اور اخباروں میں شائع ہوا۔ اس کے تقریباً اسّی جواب آئے جن پر رسم خط کمیٹی نے غور کیا اور کچھ سفارشات کیں۔ یہ سفارشات آپ کے سامنے کل پیش کی جائیں گی۔ ظاہر ہے کہ ان کی سفارشات پر فوراً اور پورے طور پر عمل آسان نہیں ہے۔ مگر انجمن کا فرض ہے کہ اس مسئلے پر اردو دنیا کی رہنمائی کرے تاکہ اردو کی تعلیم اور طباعت کے سلسلے میں آسانیاں پیدا ہوں۔ انجمن ان سفارشات پر خود عمل کرے گی اور دوسروں کو عمل کی ترغیب دے گی اور اس طرح ایک مفید اقدام ہو سکے گا۔

مجھے عرصے سے یہ احساس تھا کہ اردو میں کوئی اچھی لغت اب دستیاب نہیں ہوتی۔ فرہنگ آصفیہ اور نوراللغات بھی اب بڑی تلاش سے اور خاصی قیمت پر ملتی ہیں۔ اس کے علاوہ ان لغات میں علمی اصطلاحات کا پورا پورا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ میری سفارش پر ادبی کمیٹی نے لغت کی تیاری کے لئے ایک کمیٹی بنائی ہے جس نے ایک مفصل اسکیم تیار کرلی ہے۔ اس اسکیم کے مطابق قدیم دور سے لے کر آج تک مستند ادیبوں اور شاعروں نے جو الفاظ استعمال کئے ہیں، ان کی مدد سے ایک جامع لغت تیار کی جائے گی۔ نیز موجودہ مطبوعہ اور غیر مطبوعہ لغات سے بھی مدد لی جائے گی۔ اس کام میں چار سال صرف ہوں گے۔ اس کے لئے ایک علیحدہ اسٹاف کی ضرورت ہوگی اور تالیف و طباعت پر تقریباً ڈھائی لاکھ روپیہ صرف ہوگا۔ ہم نے حکومت سے ایک لاکھ کے عطیے کی درخواست کی ہے۔ بقیہ رقم ہم پیشگی خریدار بنا کر یا کتابوں کی فروخت سے حاصل کریں گے۔

ایک طرف ہم نے ہماری زبان کو دسمبر ۵۶ء سے ہفتہ وار کردیا ہے، دوسری طرف ہم نے ادبی حلقے کی بھی ایک اسکیم شروع کی ہے۔ اس اسکیم کا ایک مقصد تو شائقین کو مستند اور معیاری کتابیں ہر سال فراہم کرنا ہے۔ دوسرے انجمن کی مالی بنیاد بھی مستحکم کرنا ہے۔ میری کوشش یہ ہے کہ انجمن کی اپنی آمدنی تین سال کے عرصے میں اتنی ہو جائے کہ وہ اپنے پیروں پر آپ کھڑی ہو جائے اور حکومت کی امداد پر اسے قناعت نہ کرنا پڑے۔ شعراء کے انتخابات بھی اسی سلسلے کی کڑی ہیں۔

انجمن نے اب تک جو کتابیں شائع کی ہیں ان کی نکاسی قابل اطمینان نہیں۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ پڑھنے والوں کا ذوق عام طور پر ابھی ترقی یافتہ اور بلند نہیں ہے۔ لیکن یہ وجہ بھی ہے کہ انجمن کی کتابوں کی قیمت بہت ہوتی ہے۔ قیمتوں میں مناسب کمی میں نے شروع کردی ہے۔ چنانچہ کانفرنس کے موقع پر ۲۵ فیصدی کی رعایت رکھی گئی ہے۔ اب جو کتابیں چھپ رہی ہیں ان میں تجارتی شرح کے بجائے اردو دوستوں کی قوت خرید کا خیال رکھا گیا ہے۔

۱۹۵۶ء میں ریاستوں کی تقسیم کا مسئلہ زیر بحث تھا اور ریاستوں کی نئی تنظیم کے لئے جو کمیٹی بنائی گئی تھی اس کی رپورٹ ملک کے سامنے تھی اس کمیٹی نے لسانی اقلیتوں کے مسئلے پر غور کیا تھا، اور کچھ سفارشات کی تھیں جن سے اردو دوستوں کو بھی مدد ملتی تھی انجمن نے اس مسئلے پر ایک پمفلٹ شائع کیا اور پارلیمنٹ کے تمام ممبران کے پاس بھیجا۔ اس کے علاوہ انجمن کا ایک وفد جو کرنل بشیر حسین زیدی، ڈاکٹر عبدالعلیم، حیات اللہ انصاری اور سکریٹری پر مشتمل تھا، وزیراعظم، وزیر داخلہ، جوائنٹ کمیٹی کے ممبران اور

پارلیمنٹ کے متعدد اصحاب سے ملا۔ پارلیمنٹ میں اردو کے حقوق کی بھی وضاحت کی گئی اور مرکزی حکومت نے اقلیتوں کی زبان میں ابتدائی تعلیم کی ہدایت دستور میں ایک ترمیم سے کردی۔ نیز لسانی اقلیتوں کا ایک کمشنر مقرر کرنے کا اعلان کیا افسوس کہ ابھی تک اس کا تقرر نہیں ہوا۔ ورنہ ہمارے مطالبات کی صداقت صدر اور پارلیمنٹ پر اور واضح ہو جاتی۔

مرکزی حکومت اردو کے ادیبوں اور شاعروں کے وظیفے کے فیصلے میں انجمن کی رائے کو بھی ملحوظ رکھتی ہے اور ہمیں خوشی ہے کہ سال رواں میں اردو کے کئی ایسے شاعروں کو جن کے مالی حالات اچھے نہیں ہیں یا جو سن رسیدہ ہونے کی وجہ سے مالی مشکلات میں مبتلا ہیں، وظیفے دیے گئے۔

دہلی میں ساہتیہ اکیڈمی کی طرف سے ہندستانی ادبیات کی ایک نمائش ہوئی تھی۔ اردو کتابوں کی نمائش کا انصرام سکریٹری انجمن کے سپرد ہوا تھا جس کی سفارش پر ایک نمائندہ کمیٹی بنائی گئی اور بانکی پور، رام پور، لکھنؤ، حیدر آباد، علی گڑھ اور دہلی سے نوادر اور مختلف علوم پر کتابیں جمع کی گئیں۔ مخطوطات کا ذخیرہ بھی قابل قدر تھا۔ انجمن کے کتب خانے کی نوادر بھی اسی میں شامل تھے۔

۱۹۵۷ء میں علاوہ ہندستان کے کئی ممتاز اصحاب کے پروفیسر ڈبلو سی اسمتھ، مانٹریال یونیورسٹی کے پروفیسر اور مسٹر زیگیرو ف لینن گراڈ اکاڈمی کے ممبر اور روسی وفد کے تین نمائندے انجمن کے دفتر میں تشریف لائے۔ انجمن کی اہم مطبوعات ان کی نذر کی گئیں۔

سکریٹری نے مارچ ۱۹۵۷ء میں جے پور کی اردو کنونشن میں شرکت کی اور وہاں راجستھان کی ریاستی شاخ قائم کی۔ یہ کنونشن نہایت کامیاب رہا جس کے لئے جناب عبدالوہاب خیری اور جناب احترام الدین شاغل مبارکباد کے مستحق ہیں۔ راجستھان کی شاخ ہماری ریاستی شاخوں میں سب سے نو عمر ہے۔ مگر سال بھر میں اس نے بیداری عمل اور مستقل مزاجی کا جو ثبوت دیا ہے وہ دوسروں کے لئے نمونے کا کام دے سکتا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ ہم اسی طرح کی مدد سے راجستھان میں اردو کے حقوق کا تحفظ کر سکیں گے۔

مجھے شروع سے فکر تھی کہ پنجاب میں ہماری ریاستی شاخ قائم ہو۔ شکر ہے کہ وہاں کے اردو دوستوں کی مدد سے انبالہ میں ایک ایڈہاک کمیٹی بن گئی ہے جو فی الحال ریاستی شاخ کا کام کر رہی ہے۔ پنجاب کے کئی اضلاع میں شاخیں قائم ہو گئی ہیں۔ وہاں کی ریاستی شاخ نے حال میں نہایت دلیری سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ اردو کو وہاں کی سرکاری زبان مان لیا جائے میں پہلی فرصت میں پنجاب جا کر وہاں کے حالات کا جائزہ لینا چاہتا ہوں۔ میری کوشش یہ ہے کہ پنجاب کے ہر ضلع میں ہماری شاخ قائم ہو جائے۔ آج بھی پنجاب میں اردو کا چلن دوسری زبانوں سے زیادہ ہے اور وہاں کے اردو دوست بیدار اور باعمل ہیں مجھے یقین ہے کہ ان کی مدد سے ہم وہاں اردو کے چلن کی حفاظت کر سکیں گے اور ہر باد مخالف کا مقابلہ کر سکیں گے۔

ہماری شاخیں سب سے زیادہ یو۔ پی میں ہیں۔ یہ بات قدرتی ہے کیونکہ یہیں ۵۳-۱۹۵۲ء میں علاقائی زبان کی تحریک چلائی گئی تھی اس تحریک کے بعد بھی یہ شاخ خاموش نہیں رہی بلکہ اس نے اسکولی مہم شروع کی جس میں اسے کچھ کامیابی بھی ہوئی ابتدائی نصاب کی کتابیں بھی اس کی کوشش سے دستیاب ہونے لگیں۔ یہ شاخ عنقریب یوپی کے سرکاری زبان ایکٹ میں ایک ترمیم پیش کرنے والی ہے جس سے اردو کے حقوق کا تحفظ ہو سکے گا۔ اس شاخ کا ایک کارنامہ یہ بھی ہے کہ اس نے خواتین میں اردو کے لئے کام کرنے کا ایک جذبہ پیدا کر دیا ہے جس کے نتائج یقیناً نہایت خوش آئند ہوں گے۔ اتر پردیش کی بعض مقامی شاخیں باعمل ہیں اور بعض بالکل سوئی ہوئی ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہر ضلع میں ایک شاخ قائم کریں اور اسے بیدار اور باعمل بنائیں۔

بہار کی ریاستی شاخ نے دستخطوں کی تحریک نہایت جوش سے چلائی اور مختلف ضلعوں میں شاخیں بھی قائم کیں مگر کچھ عرصے سے وہاں جمود اور سکوت ہے۔ اس شاخ کا باقاعدہ الحاق بھی ابھی مکمل نہیں ہو سکا ہے۔

بمبئی اور آندھرا میں ریاستی شاخیں قائم کرنے کے لئے میں یزدانی صاحب اور حبیب الرحمٰن صاحب سے خط و کتابت کر رہا ہوں اور جیسے ہی وہاں فضا سازگار ہوگی میں خود جا کر ان شاخوں کے انتخابات کرادوں گا۔ مدھیہ پردیش اور بنگال کے سلسلے میں کچھ پیچیدگیاں ہیں جو بغیر وہاں جائے حل نہیں ہو سکتیں۔ مجھے امید ہے کہ اس سال کے آخر تک ہر ریاست میں ہماری ریاستی شاخ کام کر رہی ہوگی۔

شاخوں کے قائم کرنے کا جو طریقہ اب تک تھا اس کی وجہ سے بعد میں پیچیدگیاں پیدا ہوتی تھیں۔ یا تو ہمارا نمائندہ خصوصی جا کر شاخ قائم کرتا تھا یا سکریٹری۔ دراصل وہ ایک دن میں کوئی کسی مقام کی فضا کو نہیں سمجھ سکتا۔ اس لئے میں نے یہ بہتر سمجھا کہ پہلے ریاستی شاخوں کے قیام پر زور دوں۔ بیشتر صوبوں میں ہماری پانچ شاخیں موجود ہیں اور پانچ مقامی شاخوں کی موجودگی میں ایک ریاستی شاخ قائم ہو سکتی ہے نئی مقامی شاخیں ریاستی شاخ خود قائم کرے گی اور وہ مرکز سے زیادہ مقامی فضا، آپس کی گروہ بندی اور چشمکوں سے واقف ہوگی۔ میرا تجربہ یہ ہے کہ انفرادی کارکنوں پر کوئی جبر تو کیا نہیں

ہو سکتا۔ اس لئے مرکز کا کام جتنا نمایاں ہوگا، اتنا ہی شاخوں کو حوصلہ ملے گا۔ اور شاخیں جتنی بیدار ہوں گی اتنی ہی مرکز کو تقویت ہوگی۔ اتنی بات اور کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ عام حالات میں مرکز سے مالی امداد کی توقع غلط ہے۔ یہ امداد صرف خاص حالات میں مخصوص کام کے لئے ہی دی جا سکتی ہے۔ مقامی طور پر سرمایہ فراہم کرنے سے ایک تو زیادہ سے زیادہ لوگوں کی ہمدردی اور تعاون حاصل ہوتا ہے۔ دوسرے شاخ کی عملی صلاحیت بڑھتی ہے۔ تیسرے مرکز پر زیادہ بار نہیں پڑتا۔ مرکزی امداد سے ریاستی شاخ نے اگر کوئی تحریک چلائی تو دوسری شاخوں کو شکایت ہوتی ہے اور یہ ریاستی شاخ بھی عطیات کی خوگر ہو جاتی ہے۔ اس کی اپنی صلاحیت پر اثر پڑتا ہے۔ اس نکتے کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔

اس وقت ہماری ۷۵ شاخیں ہیں۔ ۲۰۰ کا الحاق مکمل نہیں ہوا ہے۔ اور ان کے ممبروں کی تعداد بھی بہت بڑی نہیں۔ میرے خیال میں ہمیں ممبر سازی پر بہت زور دینا چاہئے اور بڑے شہر میں کم سے کم ۵۰۰ اور چھوٹے شہروں میں کم سے کم سو ممبر بنانے چاہئیں۔

پچھلے سال میں بمبئی، دہلی، حیدرآباد، ناگپور، لکھنؤ گیا۔ اس سال ابھی تک میں اپنے دورے کا پروگرام شروع نہیں کر سکا کیونکہ دفتر کے تحریکی ذہنی اور ادبی پروگرام کو بہتر بنانا ضروری تھا۔ شروع جون میں بمبئی جانے کا ارادہ تھا مگر تعطیلوں نے اس پروگرام میں خلل ڈالا۔ بہرحال وہاں کی شاخ کے نمائندوں سے مل کر جلد ہی وہاں جاؤں گا کیونکہ علاوہ ریاستی شاخ قائم کرنے کے وہاں لغت اور ادبی حلقے کے سلسلے میں خاص امداد کی توقع ہے۔

اس سال جنوبی ہند میں کئی نئی شاخیں قائم ہوئیں۔ پنجاب میں اس وقت ۴۴ شاخیں کام کر رہی ہیں۔ کشمیر کی بزم ادب انجمن میں ضم ہو گئی ہے اور گجرات میں ایک شاخ قائم ہوئی ہے۔ بعض شاخوں نے جو اب تک سوئی ہوئی تھیں، انگڑائی لینا شروع کی ہے۔ غرض انجمن کی تنظیم میں ایک حرکت محسوس ہوتی ہے۔

حضرات! اس مختصر رپورٹ سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ انجمن کا مرکز خاموش نہیں ہے بلکہ لسانی اور ادبی دونوں پہلوؤں پر توجہ کر رہا ہے۔ ہمارا کارنامہ ابھی اتنا تابناک نہیں ہے کہ ہم اس پر فخر کر سکیں، لیکن ہم شرمندہ بھی نہیں ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ آپ کے تعاون سے ہم زبان و ادب دونوں کی اور زیادہ خلوص اور دیرپا خدمت کر سکیں گے اور نئے ہندوستان میں اردو کو اس کا جائز منصب اور مقام دلا سکیں گے۔ ہمارا کام لمبا ہے۔ یہ بڑا حوصلہ، بڑا صبر، بڑا ضبط و تنظم چاہتا ہے۔ اور اس میں فوری کامیابی یا جلد نتائج نکلنے کی امید کرنا غلط ✻ ہوگا۔ ہمیں یقین ہے کہ اس کانفرنس کے فیصلوں سے ہمیں آئندہ کے کاموں کا رخ متعین کرنے میں مدد ملے گی۔ اور ہم خوب سے خوب تر کی طرف جا سکیں گے ؎

ہر لحظہ نیا طور نئی برق تجلی
اللہ کرے مرحلۂ شوق نہ ہو طے

غلطی ہائے مضامین

انور حیدرآبادی

۱۔ "یہ داغ و بیل" کیا معنی رکھتے ہیں؟ "و" کیوں آ گیا درمیان میں؟ پھر تو کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ قوسِ قزح کو غلط سمجھ کر قوس و قزح لکھنے لگیں۔

۲۔ غلطی کرنا بہت بڑی غلطی ہے۔ داغ نے اپنی غلطی کو کس خوبی سے نبھایا ہے ؎

مجھے یہ ڈر ہے کہ ایمان لے نہ آئیں لوگ
خدا کرے کوئی غلطی مرے کلام میں ہو!

۳۔ محل یا محکمہ برخاست ہوتا ہے۔ اس کے لکھتے وقت ذرا سوچنے کی ضرورت ہے۔ درخواست میں "و" ہے انسان درخواست کرتا یا دیتا ہے تو جھک جاتا ہے۔ اور برخاست میں "الف" ہوگا کیونکہ الف استادہ ہے۔

۴۔ آنکھیں یوں لکھیں گے۔ آنکھوں میں دو آنکھیں ہوں گی۔ اگر نہیں تو پھر وہ آنکھیں نہ ہوں گی کچھ اور چیز ہوں گی۔

۵۔ جگر ۔۔۔ جس کو سو جگہ مؤنث ہی استعمال کیا جاتا ہے جگر کو "درد سر" کے معنوں میں آتش نے یوں استعمال کیا ہے پرسش کو مری کون مرے گھر نہیں آتا، تو خود بھی آنے نہ پایا کہ جگر نہیں آتا۔ آتش کی کوشش آسمان کو نیچا دکھانے میں یوں ہوتی ہے ؎

بیٹھ جاتا ہے دکھانے سے دہنے کی طاقت دیکھ
ورش کو میری طرح سے کبھی جگر تھا

آتش نے گردش کے معنوں میں جگر کو برتا ہے۔ اور امیر نے پھیر کے معنوں میں اس کو اپنایا ہے ؎

کھل گیا اب یہ کہ دل بھی جلوہ گاہ یار ہے
کون چکر کھائے پھر دیر و حرم کی راہ کا

ارے آپ بھی عجیب طرفہ تماشا ہیں۔ یہ کس اردو کی بات ہو رہی ہے اردو کو تو غیر ملکی سمجھ کر اس کے برطرف کر دینے کے منصوبے ہو رہے ہیں۔ اس کی دیگ برف پر رکھی ہے۔ اکثر مدارس سے اردو کا قلع قمع کیا جا رہا ہے۔ اور اسی زبان کو صحیح استعمال

باقی ص ۸ پر

اُردُو دُنیا

اردو داں جج کا مطالبہ

میسور اسمبلی میں مسٹر محمود شریف (کانگریس) نے کہا کہ جدید تنظیم کی وجہ سے میسور میں اردو داں آبادی کا بہت اضافہ ہوا ہے۔ حیدر آباد کے کرناٹک علاقے کے بیشمار مقدمے ہنوز تصفیہ طلب ہیں۔ اس لئے ہائی کورٹ میں ایک اردو داں جج مقرر کیا جائے۔

اردو دہلی کی علاقائی زبان

پی۔ ایس۔ پی کی قومی مجلس عاملہ نے پی۔ ایس۔ پی دہلی یونٹ کی اس سفارش کی تائید کی ہے کہ اردو کو دہلی کی علاقائی زبان بنایا جائے۔

اردو کی جگہ ہندی

ہندی سکشا سمیلن نے پنجاب کے ہندی اندولن کو سراہتے ہوئے کئی تجویزیں پاس کی ہیں جن میں ایک یہ بھی ہے کہ ہندی کو پنجاب میں مقررہ وقت کے اندر رائج کر دیا جائے۔ اس بات کا انتظام کیا جائے کہ ہندی فوراً اردو کی جگہ لے لے۔ اور ہندی کی پڑھائی کیلئے سرکاری امداد دی جائے، ملازموں کو ہندی پڑھنے پر مجبور کیا جائے

سمیلن نے یہ اپیل بھی کی ہے کہ ہر ہندی پڑھا لکھا آدمی دس آدمیوں کو ہندی پڑھنا لکھنا سکھا دے۔

اردو حلف پر اعتراض

معاصر "افکار" راوی ہے کہ :۔

مدھیہ پردیش اسمبلی کے منتخبہ ممبر خان شاکر علی خاں صاحب (کمیونسٹ) کو جو حلف دیا گیا تو انھوں نے اردو میں حلف اٹھایا۔ اس پر ایک جن سنگھی ممبر نے اعتراض کیا کہ حلف ہندی میں نہیں ہے اور ایک ہندو مہا سبھائی ممبر نے اعتراض کیا کہ نہ صرف یہ کہ ہندی میں یہ حلف نہیں ہے بلکہ اس کے لفظ بھی صاف نہیں ہیں۔ اسپیکر نے فیصلہ محفوظ رکھا۔ دوسرے روز انھوں نے رولنگ دی کہ بعض لفظوں سے انگریزی عبارت کا مطلب صحیح ادا نہیں ہوتا اور دلّی سے اردو حلف کی عبارت منگوا کر دوبارہ حلف دیا گیا۔ حلف کی عبارت یہ ہے۔

" اقرار صالح کرتا ہوں کہ میں ہند کے دستور پر جو قانون کی رو سے قرار پایا ہے سچا اعتقاد رکھوں گا اور اس کا وفادار رہوں گا۔ اور یہ کہ اس فرض کو جو مجھے سونپا جانے والا ہے۔ ایمان داری سے انجام دوں گا۔"

عجیب

ایک خبر ہے کہ ہندی اندولن کے چند پرجوش لوگوں نے ایک دوسرے کا پتلا بنا کر جلایا اس پتلے کی حیثیت ظاہر کرنے کے لئے ایک پر "سچر فارمولا" دوسرے پر "پیپسو فارمولا" لکھا تھا دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ نام اردو حروف میں لکھے گئے تھے۔

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

غزل

سحر کا ذکر اندھیرے کی بات ہی نہ ہوئی
وہ جب سے آئے مرے گھر میں رات ہی نہ ہوئی

دیارِ دل کو دلِ کشا نے لوٹ لیا
پھر اس نگر میں کوئی واردات ہی نہ ہوئی

دلِ غریب نے کیا کیا جتن کئے لیکن
شریکِ غم نظرِ التفات ہی نہ ہوئی

وفورِ شوق میں کیا شرحِ آرزو کرتے
وہ پوچھتے ہی رہے ہم سے بات ہی نہ ہوئی

حدیثِ دیدہ وراں ہے کہ دردِ دل کے بغیر
غمِ جہاں سے کسی کو نجات ہی نہ ہوئی

کمندِ عقل کہاں، روحِ کائنات کہاں
ابھی صراحتِ رمزِ حیات ہی نہ ہوئی

سکندر علی وجد

خریداروں سے
اگر کسی وجہ سے اخبار نہ ملے تو براہ مہربانی ایک ہفتے کے اندر اطلاع دے دیجئے

اسمبلی میں غالب کا شعر

ڈاکٹر گوپال ریڈی وزیر مالیہ آندھرا نے ریاستی اسمبلی میں موازنہ پیش کرتے ہوئے ریاست کی مسلسل مالی مشکلات کی صراحت غالب کے اس شعر کے ساتھ کی۔

رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہو گئیں

غالب کے ذاتی بجٹ سے متعلق بہت سے شعر ہیں جن میں سے چند یہ ہیں :-

(۱) قرض کی پیتے تھے مے لیکن سمجھتے تھے کہ ہاں
رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

(۲) وده مرا ایمان ہے لیکن غالب
خس خانہ و برفاب کہاں سے لاؤں

(۳) بدل کر فقیروں کا ہم بھیس غالب
تماشائے اہلِ کرم دیکھتے ہیں

بجٹ سے متعلق ایک پوری نظم کے چند شعر یہ ہیں :-

میری تنخواہ جو مقرر ہے ۔۔۔ اس کے ملنے کا ہے عجب ہنجار
رسم ہے مردے کی چھ ماہی کا ۔۔۔ خلق کا ہے اسی چلن پہ مدار
مجھ کو دیکھو تو ہوں بقیدِ حیات ۔۔۔ اور چھ ماہی ہو سال میں دو بار
بسکہ لیتا ہوں ہر مہینے قرض ۔۔۔ اور رہتی ہے سود کی تکرار
میری تنخواہ میں تہائی کا ۔۔۔ ہوگیا ہے شریک ساہوکار

افسروں کی خدائی

پارلیمنٹ میں مسٹر بی۔ ایس۔ مورتی (آندھرا کے ممبر) نے کہا کہ ہندی کے نادان دوست اپنے بے جا جوش و خروش سے اس زبان کو نقصان پہنچا رہے ہیں اور لوگوں میں اس کے متعلق بدظنی پیدا کر رہے ہیں۔

انھوں نے فرمایا کہ ریلوے فورس بل میں ایک افسر تجویز کیا گیا ہے جو "رکھشک" کہلائے گا۔ جنوب میں رکھشک صرف خدا کو کہتے ہیں۔ یہ شخص افسر ہوگا یا خدا۔

جنوں کا نام خرد پڑگیا، خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

اجین کے صدر انجمن کا انتقال

یہ خبر نہایت افسوس کے ساتھ سنی گئی کہ ۱۳۔ جولائی ۱۹۵۰ء کو انجمن ترقی اردو کی شاخ اجین کے سرگرم صدر جناب سید مظہر علی صاحب کا حرکت قلب بند ہونے سے بھوپال میں انتقال ہوگیا موصوف بھوپال کسی کام سے گئے ہوئے تھے ان کی لاش اجین لائی گئی۔ وہ بڑے ہر دلعزیز انسان تھے۔ ان کی اچانک موت سے سب مغموم تھے۔ کئی تعزیتی جلسے ہوئے۔ جن میں مرنے والے کی خدمات کا اعتراف کیا گیا۔

مرحوم زندگی بھر اکثر قومی اداروں میں بڑی دلچسپی اور گرم جوشی کے ساتھ حصہ لیتے رہے۔ ان کی موت نے انجمن ترقی اردو کے علاوہ اور بہت سے قومی اداروں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔

شاخ امروہہ کا انتخاب

انجمن ترقی اردو شاخ امروہہ کے انتخابات جلسہ عام میں ہوئے مندرجہ ذیل اصحاب چنے گئے

۱۔ جناب مولوی حکیم سعادت اللہ صاحب صدیقی (صدر) ۲۔ مولوی سعد الدین احمد صاحب صدیقی (نائب صدر) ۳۔ جناب چودھری عرفان اللہ صاحب (جوائنٹ سکریٹری) ۴۔ جناب مقصود احمد صاحب (خازن) ۵۔ جناب مختار مختار حسین صاحب (آڈیٹر)

اراکین مجلس عاملہ :- ۱۔ جناب سرور احمد خاں صاحب ۲۔ جناب دیباج احمد خاں صاحب ۳۔ جناب افسر حسین صاحب ۴۔ حافظ اقرار احمد صاحب ۵۔ جناب محمد اسحاق صاحب ۶۔ جناب ماسٹر احسان حسین صاحب ۷۔ جناب ماسٹر سکھانند صاحب ۸۔ جناب ماسٹر سعادت اللہ صاحب قریشی ۹۔ جناب مولوی نسیم احمد صاحب زیدی ۱۰۔ جناب حاجی سلیم الدین صاحب ۱۱۔ جناب حاجی محمد میاں صاحب رضوی ۱۲۔ جناب محمود حسن صاحب

بقیہ غلطی ہائے مضامین

کمینہ پرور دینا۔ کتنی بے وقت کی راگنی ہے۔ ٹھیک ہے یہ اعتراض لیکن جو چیز ختم ہو ہی رہی ہو۔ مثلاً مثال کے طور پر ایک بیمار کو لیجئے اگر مریض جاں لیوا ثابت ہونے لگے تو پھر اس کے لئے دور دور سے چارہ گر آتے ہیں۔ اس کے زندہ رکھنے کا سوال درپیش ہے یہ بڑی قیمتی جان ہے۔ اس کو ہم مرنے نہ دیں گے یہی حال اردو کا ہے۔ یہ ایک علمی دولت ہے۔ علمی سرمایہ ہے یہ ہیں جی جان سے پیاری ہے۔ اور ظاہر ہے جو جان سے زیادہ عزیز ہو اس کا بچاؤ اور اس کی حفاظت اتنی کی جائے گی کہ جب عقل صحت ہوگا تو اس کے حسن میں چار چاند لگ جائیں گے۔

سرپہ ہوائے ظلم چلے سو جتن کے ساتھ
اپنی کلاہ کج ہے اسی بانکپن کے ساتھ

پریس کانفرنس کے شرکار

۱۔ جناب اقبال احمد صدیقی صاحب (ریاست نئی دہلی)

۲۔ " رضا انصاری صاحب — قومی آواز

۳۔ " عبدالقوی صاحب — صدق جدید

۴۔ " غالب تدائی صاحب۔ — رکن مجلس ادارت

۵۔ " حیات اللہ انصاری صاحب۔ — قومی آواز

۶۔ " نمائندہ بھارت سماچار — بھارت سماچار

۷۔ " رشید خسروانی صاحب — دوست

۸۔ " عرفان اللہ صاحب — (علیگ)

۹۔ " مخدوم محی الدین صاحب — (ریاست حیدرآباد)

۱۰۔ " بلدیو متر بجلی صاحب — (دراہی)

۱۱۔ " گوپال متل صاحب — (تحریک)

۱۲۔ " ایڈیٹر صاحب — راج نیت

۱۳۔ " " " — کل ہند

۱۴۔ " " " — پرکاش

۱۵۔ " " " — جمہور

۱۶۔ " " " — علی گڑھ

۱۷۔ " " " — یونیورسٹی گزٹ

۱۸۔ " " " — انجو دیپ

۱۹۔ " عثمان صاحب — ہیر اللہ

۲۰۔ " ع۔ انصاری صاحب — تاس

۲۱۔ " ایڈیٹر صاحب — صداقت، پٹنہ

کتابیں ملیں

تبصرے کے لئے ہر کتاب کے دو نسخے آنا ضروری ہیں

لطمے:۔ مصنف، عدم، عبدالحمید

ناشر:۔ کتاب گھر۔ امرتسر۔ حجم ۲۰×۳۰/۱۶ کاغذ اچھا

صفحات ۱۲۸۔ قیمت دو روپے چار آنے

سو دسمبر: مصنف۔ زبیدہ خاتون

ناشر: کتاب گھر، امرتسر حجم ۲۰×۳۰/۱۶ کاغذ۔ اچھا

صفحات ۵۰۴۔ قیمت چھ روپے

نورنگ۔ مصنف:۔ بلقیس اختر

ناشر:۔ انجمن اشاعت اردو۔ حیدرآباد

حجم ۲۰×۲۶/۱۶ کاغذ اچھا صفحات ۱۰۰ قیمت ۷۵ نئے پیسے

معاصرین

غزل کا جادو

گزشتہ سال فلم ساز و ہدایت کار وی شانتا رام نے اپنی رنگین فلم جھنک جھنک پائل باجے کی ریلیز ہی کے سلسلے میں بمبئی کے لبرٹی سنیما میں ایک ہفتہ تک کلاسیکی سنگیت کا ایک شاندار پروگرام منعقد کیا تھا اس پروگرام میں ملک کے نامور اور سرکاری انتخاب شدہ سنگیت کاروں نے اپنے کلاسیکی فن کے نادر نمونے پیش کئے تھے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس پروگرام کی دو ہی بہترین راتیں سننے والوں کے لئے لطف کا باعث بنیں جن میں اختری فیض آبادی نے غزلیں گائی تھیں۔ سنگیت کے اس پروگرام سے اندازہ ہوا تھا کہ غزل اپنی مقبولیت کی بدولت ہر پروگرام میں ایک نمایاں مقام رکھتی ہے۔ گزشتہ ہفتہ فلم جرنلسٹس ایسوسی ایشن کے ثقافتی پروگرام میں اس خیال کو اور تقویت پہنچی۔ تاج محل کے اس پروگرام میں ستی پورن... کیا گیا اور پہاڑی لوک ناچ بھی اور ایک قسم کو ... لیکا گانا بھی گایا۔ مگر جیسے ہی بیگم اختر نے ... آکر ایک غزل چھیڑی تو کافی دیر سے بور ہونے والوں نے سانس ... کر دیا اور صدها کو غزل گانے پر ایسے داد ملی جیسے مشاعرے میں کسی شاعر کو ملا کرتی ہے۔ اور اس پروگرام کا یہی وہ موڑ تھا جہاں سے جلسہ میں گرمی آئی۔ اردو زبان یا غزل کے مخالف چاہے کچھ بھی کہیں لیکن در اصل ان سے ناامید نہیں ہونا چاہئے۔

(مورخہ ۵ جون انقلاب بمبئی)

کل آندھرا اردو کانفرنس

پچھلے مہینے کھمم میں کل آندھرا اردو کانفرنس ہوئی۔ کانفرنس میں سارے آندھرا پردیش کے تقریباً پانچ سو نمائندوں نے شرکت کی۔ سابق میئر حیدرآباد رکن اسمبلی مسٹر شہاب الدین احمد خاں نے کانفرنس کا افتتاح کیا جس کی صدارت پروفیسر عبدالقادر سروری نے کی۔ کانفرنس نے حکومت سے اردو کے اساتذہ کو تربیت دینے مزید مدارس کھولنے کی بھی درخواست کی اور اردو کے حامیوں سے مطالبہ کیا کہ وہ حکومت کی مالی امداد پر تکیہ کرنے کے بجائے خود زیادہ سے زیادہ رقومات جمع کر کے تعلیمی ادارے قائم کریں۔ کانفرنس نے ایک اور قرارداد کے ذریعے حکومت آندھرا پردیش سے یہ بھی مطالبہ کیا کہ وہ تمام سرکاری محکمہ جات میں اردو زبان کو استعمال کرے اور سائن بورڈ پر بھی دیگر زبانوں کے ساتھ اردو استعمال کی جائے۔ آخری دن سمپوزیم کی صدارت ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کھمم مسٹر احمد عبدالبشیر خاں نے کی۔ (ریاست دکن)

اردو کانفرنس

اردو کانفرنس منعقدہ ۳-۴ جولائی ۱۹۵۷ء میں شرکت کرنے والے حضرات کے اسمائے گرامی

۱	جناب ہادی نقش جندی	بالاپور
۲	" سعید احمد	راجستھان
۳	" خورشید حسین	"
۴	" نندلال نجم	جے پور
۵	" سراج الحق	"
۶	" احترام الدین شاغل	"
۷	" پریم شنکر سریواستوا	جودھ پور
۸	" اشفاق رتی شمیم	"
۹	" مولوی صاحب	دھولپور
۱۰	" گوپی چند نارنگ	دہلی
۱۱	" بشیشور پرشاد منور	"
۱۲	" محمد ارتضیٰ دہلوی	"
۱۳	" حافظ نبی احمد	"
۱۴	" حافظ فیاض احمد	"
۱۵	" پرکاش پنڈت	"
۱۶	" قاضی معز الدین احمد	"
۱۷	" مولانا حفظ الرحمن	"
۱۸	" ظ۔ انصاری	"
۱۹	" گوپال متل	"
۲۰	" ہری چند اختر	"
۲۱	" حامد علی خاں	"
۲۲	" اعزاز الدین	"
۲۳	" روش صدیقی	"
۲۴	" مالک رام	"
۲۵	" حمیدہ سلطان	"
۲۶	" پروفیسر ایم مجیب	"
۲۷	" ڈاکٹر سید عابد حسین	"
۲۸	" مسعود حسن رضوی	لکھنؤ
۲۹	" پروفیسر احتشام حسین	"
۳۰	" حامد اللہ افسر	"
۳۱	" امیر حسن نورانی	"
۳۲	" محمد حسین شمس علوی	"
۳۳	جناب اقبال صدیقی	لکھنؤ
۳۴	" حیات اللہ انصاری	"
۳۵	" آنند نرائن ملا	"
۳۶	" سردار جسونت سنگھ	"
۳۷	" احمد جمال پاشا	"
۳۸	" حکیم عبدالقوی دسنوی	"
۳۹	" محمد عتیق	"
۴۰	" ایم شکیل	"
۴۱	" محمد رضا انصاری	"
۴۲	" پروفیسر عبدالقادر سروری	حیدرآباد دکن
۴۳	" فضل الرحمن	"
۴۴	" مخدوم محی الدین	"
۴۵	" غالب فدائی	وزیگاپٹم
۴۶	" مولانا سید صفدر حسین	احمد آباد
۴۷	" امتیاز علی عرشی	رام پور
۴۸	" انجم رومانی	انبالہ
۴۹	" ملک رام پرکاش آنند	"
۵۰	" پروفیسر آر۔ ڈی۔ بھیا	"
۵۱	" اکبر جے پوری	کشمیر
۵۲	" احمد اسحاق نعمانی	اعظم گڑھ
۵۳	" شاہ معین الدین احمد ندوی	"
۵۴	" سیکش اکبرآبادی	آگرہ
۵۵	" منظم علی شاہ	"
۵۶	" غلام سرور	پٹنہ
۵۷	" قاضی رئیس	"
۵۸	" بیتاب صدیقی	"
۵۹	" شاہ مشتاق احمد	"
۶۰	" پروفیسر اختر اورینوی	"
۶۱	" شیو ناتھ پرشاد	بنارس
۶۲	" داتا رسول	"
۶۳	" آفتاب احمد	"
۶۴	" رام کمار چوبے	"
۶۵	" سمیع الزماں	الہ آباد
۶۶	" کلیم عرفی	"
۶۷	" ریاض الدین احمد	"
۶۸	" سید مزمل حسین	سہسوان
۶۹	" محمد اسماعیل	"
۷۰	جناب محمود عمر	بمبئی
۷۱	" باقر مہدی	"
۷۲	" شہاب الدین دسنوی	"
۷۳	" حسین علی ناچیز	کھام گاؤں
۷۴	" سید احمد خاں	چندوسی
۷۵	" مولانا قمر دراز	مراد آباد
۷۶	" راحت علی خاں	نانپارہ
۷۷	" ساغر مہدی	بہرائچ
۷۸	" سید غوث احمد	بلند شہر
۷۹	" خضر برنی	"
۸۰	" پرنسپل عبدالشکور	اٹاوہ
۸۱	" سید ابوالبیان	شمس آباد (ضلع فرخ آباد)
۸۲	" حکیم نذیر احمد خاں	بدایوں
۸۳	" ایڈیٹر تجلی	جالندھر
۸۴	" مولانا سید احمد اکبرآبادی	کلکتہ
۸۵	" رفیع الدین	فیروز آباد
۸۶	" آر۔ کے۔ آسانی	"
۸۷	" سلطان شاہ خاں	قائم گنج
۸۸	" بشیر حسین زیدی صدر انجمن	علی گڑھ
۸۹	" عبدالمجید خواجہ نائب صدر	"
۹۰	" رشید احمد صدیقی رکن انجمن	"
۹۱	" ڈاکٹر عبدالعلیم "	"
۹۲	" ڈاکٹر مسعود حسین خاں "	"
۹۳	" پروفیسر آل احمد سرور سکریٹری انجمن	"
۹۴	" ڈاکٹر محمد عزیز شعبہ اردو مسلم یونیورسٹی	"
۹۵	" ظہیر الدین علوی " "	"
۹۶	" خورشید الاسلام " "	"
۹۷	" ڈاکٹر محمد حسن " "	"
۹۸	" نسیم قریشی " "	"
۹۹	" خلیل الرحمن اعظمی "	"
۱۰۰	" ڈاکٹر نذیر احمد " "	"
۱۰۱	" مینا زبیری	"

"ہماری زبان" کی قیمت پر منی آرڈر سے ۲ر آنے اور وی پی سے ۱۰ آنے صرفہ آتا ہے۔

لغت اور استعمالِ عام

رشید حسن خاں

(بہ سلسلۂ گذشتہ)

ترکیبِ ہند کے سلسلہ میں اتنا اور عرض کردوں کہ خود فارسی میں ہند تراکیب کا استعمال ہوتا رہا ہے۔ ایں زبان میں سے کچھ وظہور کے یہاں بیسیوں ہند ترکیبیں موجود ہیں۔ ہند نژاد فارسی شعراء و نثر نگاروں کے یہاں یہ عام بات تھی۔ صرف ایک "رقعاتِ عالمگیری" میں بیسیوں ترکیبیں مل جائیں گی۔ اردو کی ابتدائی منزلوں میں "بیڑہ پان" جیسی ترکیبیں بالعموم مستعمل تھیں۔ ناسخ اور ان کے تبعین نے اس طرف زیادہ سختی کے ساتھ توجہ کی۔ لیکن وہ بھی ان کا استعمال بالکل نہیں روک سکے۔ اساتذہ سے ہٹ کر اگر دیکھا جائے تو گفتگوئے عام میں ایسی تراکیب کی بہتات ملے گی۔ اور یہ ترکیبیں اس طرح جزوِ زبان بن چکی ہیں کہ ان کو ترک کرنا زبان کے ساتھ تمسخر کرنا ہے ذیل میں بعض ایسے مرکبات درج کرتا ہوں۔ ان کو دیکھ کر غور کیجئے کہ کیا ان الفاظ پر ترکیبِ ہند کا الزام لگا کر ان کو زبان سے خارج کرنا عقل مندی کا کام ہوگا۔ ملاحظہ ہو۔ ان میں سے بعض ایسے مرکب ہیں جن میں دونوں اجزاء ہندی کے ہیں۔

"مکھ گدا"، لنگوٹیا یار، رونی شکل، جیب کترا، گلے باز، منہ زور دل لگی، دم دار، لاچار، لاپتہ، لاپروا، دیوانہ پن، مسخرا پن، پاگل پن، سمجھ دار، ٹھیکہ دار، پان دان، خاص دان، گردان، پیک دان، مکان دار، گاڑی بان، ڈاک خانہ، لب سڑک، پاگل خانہ، جیل خانہ، باورچی خانہ، تھانے دار، سائنس دان، تار گھر، بجلی گھر، چائے دانی، مچھر دانی، چمک دار، بے دھڑک، بے جھجک، دعلی یقین، اتالیق دار، ہری چگ، چوکیدار، بلے باز، کبد گشتی، پری چہرہ، دھار دار، گھڑ دوڑ، گھڑ چڑھا، دل جلا، گرہ کٹ، تیر باز، مرغ باز، تیتر باز، پانی دار، دھوکے باز، چال باز، کفن کھسوٹ، لائسنس دار، بارود خانہ، من چلا، کرایہ مکان، فوق الپھڑک، تعدقہ برق۔

اب چند ایسی ترکیبیں دیکھئے جن میں حد درجہ سبک پن، لطافت اور خوبصورتی ہے اور ان کے استعمال سے ادائے مفہوم میں نہایت آسانی ہوتی ہے۔ یہ ترکیبیں بول چال سے زیادہ ادبی دائرے سے متعلق ہیں۔

فریبِ شکریہ، کیف ردمان، غلطی ہائے مضامین، احوال زیست، معیارِ تنقید، مینارِ منزل، سزائے داہمی، تبدیلیِ فطرت، وجہ تشکیل، راجگانِ ہند، دخولِ گورنمنٹ، پس چلمن، دہم پہات لیلائے سول سروس، رنگ پان، تقریب شادی، عزت و وقعت شانِ بادشاہت، دوستی و یگانگت، تعمیلِ حکم، غرور و تمکنت احسان سرپرستی، خوف تردید، طرحدار۔

ان میں سے کس ترکیب کو نکالا جاسکتا ہے۔ معیارِ تنقید کے بجائے معیارِ نقد یا معیارِ انتقاد کہیے تو محسوس ہوگا کہ کچھ بھول گئے ہیں۔ غالب کے مصرعہ "غلطی ہائے مضامین مت پوچھ" میں غلطی بدل کر غلط ہائے مضامین پڑھئے تو معلوم ہوگا کہ زبان بگڑ گئی ہے۔ سمجھ دار کی جگہ فہم دار یا عقل دار بولئے تو لوگ منہ دیکھنے لگیں گے۔ لب سڑک چھوڑ کر لب شاہراہ کہئے تو ساتھ ساتھ اس کا ترجمہ بھی کرنا پڑے گا۔ ڈاک خانہ کے بجائے دارالترسیل یا بیت المکاتیب کہئے تو لوگوں کو خرابیِ دماغ کا شبہ ہوگا۔ یہ چند مثالیں تھیں۔ تفحص کیا جائے تو ایک طویل فہرست تیار ہوسکتی ہے

غرض ہم کو یہ بات مان لینی چاہئے کہ اضافتِ ہند غلط نہیں ہے اور ہر لفظ خواہ وہ کسی زبان کا ہو اس کو کسی بھی لفظ سے مرکب کیا جاسکتا ہے۔ بس یہ بات پیشِ نظر رہے کہ ترکیب میں غرابت و ثقالت نہ ہو۔

ان چند قاعدوں کو بیان کرنے کے بعد مذکورہ بالا تقسیم الفاظ کے تحت اسی ترتیب کے ساتھ الفاظ کی فہرست پیش کرتا ہوں۔ اس سلسلے میں ایک بات کو پیشِ نظر رکھنا بہت ضروری ہے۔ وہ یہ کہ الفاظ کی حرکات کے تعین میں قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ یعنی اگر ایک لفظ ایک طرح مستعمل ہے تو ضروری نہیں ہے کہ اس وزن کے دوسرے الفاظ کو اس پر قیاس کرکے ان پر بھی وہی حکم نافذ کیا جائے۔ لفظ کی حرکت کا تعین استعمالِ عام پر مبنی ہے اور استعمالِ عام قواعد سے بے نیاز ہوتا ہے۔ اس کو بعد میں تعینات کے پھیر میں لایا جاتا ہے۔ مثلاً تہلکہ، مکلف، تجربہ، کہ دراصل یہ الفاظ بسکون حرفِ دوم ہیں لیکن ان کو بہ فتح حرفِ دوم بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن ان کے ہم وزن دوسرے الفاظ کو ان پر قیاس نہیں کیا جاسکتا اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ تجزیہ، تخفیف، تمہید، تذکرہ وغیرہ بھی بہ فتح حرفِ ثانی صحیح ہیں۔ حالانکہ وزن و نوعیت کے اعتبار سے یہ سب الفاظ ایک سے ہیں۔

نیز یہ کہ الفاظ کی یہ فہرست قطعی اور مکمل نہیں ہے۔ بہت سے ایسے الفاظ ہوں گے جو رہ گئے ہوں گے۔ اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اس نیاپتی دور میں جبکہ سکون و فرصت عنقا ہے اتنا بڑا کام ایک شخص کے بس کا بھی نہیں ہے۔ میں اربابِ توفیق کو متوجہ کرتا ہوں کہ وہ اس ضمن میں مزید تفحص سے کام لے کر ایک مکمل فہرست تیار کرنے کی کوشش کریں۔ اب آپ الفاظ ملاحظہ کیجئے۔

(باقی آئندہ)

بقیہ: خطبہ افتتاحیہ

عام طور پر گریز کرتے ہیں۔ اس میں انتظام کی اور انتظام کی کامیابی کو جانچنے کی، سرمایہ فراہم کرنے کی اور خرچ کا حساب رکھنے کی مستقل ذمہ داری اپنے اوپر لئے بغیر کام نہیں چل سکتا، اور اس کے لئے ہم تیار نہیں ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ مشاعروں میں ہنگامے کا خطرہ رہتا ہے اور ادبی محفلیں جن میں لوگ ایک دوسرے کو اپنے افسانے اور مضامین سناتے ہیں، بڑی دلچسپ ہو جایا کرتی ہیں۔ لیکن یہ لازمی نہیں ہیں کہ ہم آزمائی ہوئی تدبیروں کو ہی آزماتے رہیں۔ ہم کو برٹش کونسل کی طرح ساری دنیا میں کام نہیں کرنا ہے۔ ہمارا میدان صرف یہ ایک ملک ہے جس کے بیشتر حصوں میں جگہ جگہ اردو اپنے قدم جمائے ہوئے ہے جہاں ۱۰۰۰۰۰ فیصدی ان پڑھ ہیں، اور جہاں سماجی اور سیاسی انقلابوں نے روحانی زندگی میں ایسا انتشار پیدا کر دیا ہے کہ کم از کم شہروں میں بہت سے لوگوں کو اس قسم کے معیار ہی کی ضرورت ہے جو اردو کا مبلغ انھیں دے سکتا ہے۔ اردو کی تبلیغ کی صحیح شکلیں کیا ہوں گی۔ یہ صرف تجربہ کر کے معلوم کیا جاسکے گا۔ البتہ اتنا کہا جاسکتا ہے کہ وہ بھی کامیاب ہوں گی، جب ان میں صرف زبان نہیں بلکہ تہذیب کی اشاعت مدنظر ہو اور اشاعت کے کام میں ایک ایک بستی، ایک ایک گھر، ایک ایک شخص کی طرف توجہ کرنے کی گنجائش رکھی جائے۔

سیاست کا الجھاؤ!

اردو کی خدمت اس پیمانے پر اور ان طریقوں سے کرنے کے لئے جو کامیابی کے واسطے ضروری ہیں اردو کی تمام حیثیتوں کو ہماری نظر میں ہونا چاہئے۔ یہ خیال بجا نہیں ہے کہ اگر لوگوں کو عام طور پر محسوس ہوا کہ اردو پڑھنے سے انھیں روزمرہ کے کاموں میں کوئی فائدہ نہیں پہنچتا تو وہ اردو کی طرف سے منھ پھیر لیں گے۔ مگر کیا اس صورت سے بچنے کے لئے ہمیں کوشش کی چاہئے کہ اردو کو ہر ریاست میں علاقائی زبان کی حیثیت دلائیں؟ میں اس کے جواب میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ علاقائی زبان بننے میں اردو کا فائدہ نہیں ہے۔ لیکن مجھے اس کا ڈر ضرور ہے کہ اردو کو علاقائی زبان بنانے کی کوشش میں ہم سیاست کے ایسے مسئلوں میں الجھ جائیں گے جن سے اردو کو الگ رکھنا چاہئے اور اگر ہم نے زور لگا کر اردو کو ایک خاص قانونی حیثیت دلا دی تو ممکن ہے کہ اس سے ضد پیدا ہو۔ اور ایسے لوگ جو اس وقت غیر جانبدار ہیں مخالف نہیں تو بدظن ہو جائیں۔ بہتر ہے کہ اردو کی تعلیم کو ایک تعلیمی مسئلہ ہی سمجھا جائے۔ اردو کی تعلیم کا انتظام بہتر سے بہتر کیا جائے، وہ لوگ جو اردو بولتے اور لکھتے پڑھتے ہوں اپنے آپ کو اپنی علاقائی زبانوں اور راشٹر بھاشا کے علم سے محروم نہ رکھیں۔ اور اردو روزمرہ زندگی کی ضرورتوں میں کام نہ آتی ہو تو اس کی تلافی اردو کے ادبی اور تہذیبی معیار کو تسلیم اور رائج کرا کے پوری کریں۔ ہمیں کسی حالت میں اس حقیقت کو نظرانداز نہ کرنا چاہئے کہ اردو صرف ایک زبان نہیں ہے بلکہ ایک ذہنی اور تہذیبی معیار ہے اور اسے جو امتیاز حاصل ہے وہ اسی وجہ سے ہے۔

تعلیم کا انتظام!

جب سے ہمیں اس کا اندازہ ہو گیا ہے کہ اردو کو سیاست سے الگ رکھنے میں فائدہ ہے، اردو کو یہ فائدہ تھوڑا تھوڑا کر کے پہنچنے لگا ہے۔ اس کی تعلیم کا انتظام کبھی بھی قابل اطمینان نہیں ہے لیکن خود تعلیم کا انتظام کہاں قابل اطمینان ہے؟

میں سمجھتا ہوں کہ آجکل مدرسوں میں جو بچے تعلیم پا رہے ہیں انھیں آگے چل کر اس کا احساس ہوگا کہ ان کی تعلیم بہت ناقص ہوئی ہے۔ اور وہ اس کمی کو پورا کرنا چاہیں گے اگر ان میں علم اور تہذیب کی لگن ہے۔ اس طرح ان علاقوں میں جہاں اردو کا چرچا ہے وہ خود اردو کی طرف کھنچ کر آئیں گے۔ اردو سے تعصب اب کم ہو رہا ہے اور کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہاں بھی جہاں یہ ارادہ کیا گیا تھا کہ اردو کی تعلیم کو بنیادی اور ابتدائی مدرسوں سے خارج کر دیا جائے گا، یہ ارادہ کچھ کمزور پڑ رہا ہے۔ اگر ہم اردو کی تہذیبی قدروں کو ممتاز کرنے میں کامیاب ہوئے تو کچھ ناممکن نہیں ہے کہ اسی طبقے اور سرکاری مرتبے کے لوگ جو اردو کے مخالف رہے ہیں رفتہ رفتہ اس کے سرپرست بن جائیں۔ ثانوی منزل پر ابتدائی کے مقابلے میں اردو کی نصابی تعلیم کے لئے کچھ زیادہ گنجائش رکھی گئی ہے۔ اور یہ امید کی جاسکتی ہے کہ وقت کے ساتھ اردو پڑھنے کے موقعے بڑھتے جائیں گے۔ یونیورسٹیوں میں سے پنجاب کی یونیورسٹی نے امتحانات میں اردو، ہندی اور انگریزی کو مساوی حیثیت دی ہے۔ اور اس یونیورسٹی کے حلقے میں اردو کی ترقی کے لئے ایسے مواقع ہیں جن سے ہم کو ضرور فائدہ اٹھانا چاہئے۔ اس وقت مجموعی حالات کو دیکھئے تو کہا جاسکتا ہے کہ مخالف اثرات اردو کو جس قدر پسپا کر سکتے تھے کر چکے ہیں اب ایک ردعمل شروع ہوا ہے، اور کوئی تعجب نہیں کہ اس کا زور وقت کے ساتھ بڑھتا جائے۔ —— میں معذرت چاہتا ہوں کہ اتنی دیر تک ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا۔ کاروباری جلسے کے لئے ایسی تمہید مناسب نہیں ہے۔ لیکن کاروبار کے طریقوں کو آپ مجھ سے بہتر سمجھتے ہیں۔ اس سلسلے میں میرے لئے کچھ کہنا مناسب نہیں تھا اس کا بھی مجھے یقین ہے کہ جن قدروں کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے ان سے آپ مجھ سے زیادہ واقفیت رکھتے ہیں۔ ان کا ذکر لازمی تھا۔ اس لئے میں نے کر دیا۔ اب میری مبارکباد قبول فرمایئے اور جلسے کی کارروائی شروع کر دیجئے۔